سیّد احمد شہید کا موقف جہاد

مولانا محمد جعفر تھانیسری نے سید صاحب کی عبارتوں میں جو رد و بدل کیا اس کا ایک سرسری مرقع میں پیش کر چکا ہوں۔ اس ضمن میں بعض وہ عبارتیں بھی آگئیں، جن میں سید صاحب نے اسلامی جہاد کے اصول و مبانی کی طرف اشارے کئے تھے۔ اگر کوئی صاحب حسن نیت سے ان پر غور فرمائیں اور بے بنیاد ذاتی تعصبات کی رکاوٹیں اپنے سامنے کھڑی نہ کرلیں تو انہیں حقیقت حال کے اندازے میں کوئی مشکل پیش ہی نہیں آئے گی۔ سید صاحب کا ایک مکتوب نہیں متعدد مکاتیب اور اعلام نامے ہیں۔ جن کا موضوع بحث یہی اصول و مبانی ہیں۔ امیر دوست محمد خاں والی کابل، محمود شاہ درانی، والی ہرات، شہزادہ کامران درانی، ولی عہد محمود شاہ، شاہ بخارا، والی چترال (جسے سید صاحبؒ کے زمانے میں "کاشکار" کہتے تھے، والی حیدرآباد دکن وغیرہ کے نام جو مکاتیب بھیجے گئے ان سب میں یہ مسئلہ پوری وضاحت سے بیان ہوا۔

بنیادی اصول ؛

بنیادی اصول یہ ہے کہ جب کوئی اسلامی علاقہ کسی غیر مسلم کے قبضے میں چلا جائے تو اس کی بازیافت کے لئے مسلمانوں پر جہاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے کوئی ہوشمند یہ سمجھ سکتا ہے کہ سید صاحبؒ صرف اس علاقے کے لئے مضطرب ہوئے جو تقسیم ملک میں مغربی پنجاب (بہ شمول اضلاع امرتسر و جالندھر و ہوشیارپور و کانگڑہ و گورداسپور) کہلایا، اور باقی ہندوستان اس اصول کے اطلاق سے مستثنیٰ تھا؟ اگر مولانا محمد جعفر تھانیسری نے بیش نظر مصلحتوں کی بناء پر اس اطلاق کی حد بندی مناسب سمجھی تو اس کے ذمہ دار سید احمد بریلویؒ یا اسماعیل شہید کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ کوئی صاحب سید شہیدؒ کو اچھا سمجھیں یا نہ سمجھیں، یہ مسئلہ بالکل جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن تاریخی حقائق کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی جائے؟ مسلّمہ سچائیوں کے چہرہ روشن پر اپنے افکار دیرینہ کی

سیاہی پھیرنے کی کوشش کیوں جائز قرار دی جائے؟

مسلمان تو رہے ایک طرف سید صاحب تو غیر مسلم ہمدردوں کے نام کے مکاتیب میں بھی حقیقت واشگاف طریق پر بیان فرماتے رہے۔ مثلاً راجا ہندو راؤ (جو اس زمانے میں مہاراجہ سندھیا والی گوالیار کا وزیر تھا) لکھتے ہیں :-

اکثر بلاد ہندوستان بہ دست بیگانگاں او فتادہ وایشاں ہر جا بنیاد آئین جور و ظلم نہادہ - ریاست رؤساء ہندوستان برباد رفتہ کسے تاب مقاومت ایشاں نمے دارد بلکہ ہر کس ایشاں را بجائے آقائے خود مے شمارد ...... لاچار چندے ضعفائے بے مقدار کمر ہمت بستند -

ہندوستان کے اکثر علاقے بیگانوں کے چلے گئے۔ انہوں نے ہر جگہ ظلم و جور کا طریقہ اختیار کیا۔ ہندوستان کے رئیسوں کی ریاستیں برباد ہو گئیں۔ کسی میں ان کے مقابلے کی ہمت نہیں۔ ہر شخص انہیں اپنا آقا سمجھتا ہے .... مجبوراً چند ضعیف اور بے نوا کمر ہمت باندھ کر اٹھتے ہیں۔

پھر ہندو راؤ ہی کو لکھتے ہیں۔

بیگانگانِ بعید الوطن ملوک زمین و زماں گردیدہ و تاجران متاع فروش بہ پایہ سلطنت رسیدہ.... جو اہل ریاست و سیاست در زاویہ خمول نشستہ اند ناچار چندے از اہل فقر و مسکنت کمر ہمت بستہ - ایں جماعہ ضعفا محض بر بنا خدمت دین رب ذوالجلال برخاستہ اند، نہ بر بنا طمع مال و منال - وقتیکہ میدان ہندوستان از بیگانگاں و دشمناں خالی گردیدہ - تیر سعی ایشاں بر ہدف مراد رسیدہ -

جن اجنبیوں کا وطن بہت دور ہے وہ زمین کے مالک بن گئے۔ مال بیچنے والے تاجر سلطنت پر جا پہنچے ...... جب ریاستوں کے مالک گوشہ گمنامی میں جا بیٹھے تو تھوڑے سے فقیروں اور مسکینوں نے کمر ہمت باندھ لی۔ یہ کمزور لوگ صرف پروردگار ذوالجلال کے دین کی خدمت کا جذبہ لے کر اٹھے ہیں انہیں مال و دولت کی حرص نہیں۔ جب ہندوستان اجنبی دشمنوں سے خالی ہو جائے گا تو ان ضعیفوں کی مراد پوری ہو جائے گی۔

سوچیے کہ یہ بعید الوطن بیگانے۔ یہ مال بیچنے والے تاجر کون تھے؟ سکھ نہ تھے اور سکھ ہندوستان کے اکثر حصوں پر قابض بھی نہیں ہوئے تھے۔ ان کے املاک کی جنوبی حد دریائے ستلج

پر تھی۔ یہ انگریز اور صرف انگریز تھے اور انہیں کے خلاف اٹھنے کے لئے سید صاحب ہر ایک کو دعوت دے رہے تھے۔

شاہ محمود درانی والی ہرات کے فرزند کامران کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میرا مقصد صرف کلمۂ حق کی بلندی اور سنت نبویؐ کا احیا ہے۔ جو علاقے مشرکوں اور منافقوں کے تسلط سے پاک ہو جائیں گے، میں انہیں مستحقوں کے حوالے کردوں گا۔ ان پر لازم ہوگا کہ خدا کے اس انعام کا شکر بجا لائیں، جہاد قائم رکھیں۔ فیصلۂ مقدمات میں قانونِ شریعت سے بال برابر ادھر ادھر نہ ہوں۔ ظلم وفسق سے بالکل دور رہیں۔

> باز خود ایں جانب معہ مجاہدین صادقین بہ سمت بلاد ہندوستان بنا بر ازالۂ اہل کفر وطغیان متوجہ خواہد گشت کہ مقصد خواہد اقامت جہاد بر ہندوستان است نہ توطن در دیار خراسان۔

> خود میں مخلص مجاہدوں کو ساتھ لے کر ہندوستان کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ تاکہ وہاں سے اہل کفر وطغیان کا ازالہ ہو سکے اور میرا اصل مقصد ہندوستان ہی پر جہاد ہے۔ یہ نہیں کہ خراسان میں توطن اختیار کرلوں۔

سیدؒ صاحب کے زمانے میں خراسان کی اصطلاح افغانستان اور علاقۂ سرحد پر بھی حاوی تھی اس سے زیادہ غیر مشتبہ اور واضح اعلان اور کیا ہوسکتا ہے۔

یہ بھی عرض کردوں کہ مولانا محمد جعفر نے یہ مکتوب بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے (صفحہ ۱۸۲-۱۸۴) اور عادت شریف کے مطابق صرف اس کو بدل کر یوں پیش کیا ہے۔

> باز خود ایں جانب معہ مجاہدین صادقین بہ سمت لاہور بناء بر ازالۂ کفر وطغیان متوجہ خواہد گشت کہ مقصد اصلی خود اقامت جہاد بر اقوام سکھ ملک پنجاب است؛ نہ توطن در دیار افغانستان و یاغستان۔

خط کشیدہ الفاظ مولانا محمد جعفر کے اور لطف یہ کہ مکتوب کی ابتدائی عبارتیں اس تحریف کی بے بنیادی واضح کررہی ہیں۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ایک اور مکتوب :

ایک اور مکتوب میں سید صاحب فرماتے ہیں :

> بلاد ہندوستان اصل دار الحرب نیست بلکہ کفرۂ ہندو فرنگ بالفعل بر آں مسلط گر دیدہ۔ پس استخلاص بلاد مذکورہ از دست انہا بر ذمہ اہل اسلام عموماً و مشاہیر حکام خصوصاً واجب۔ ایں فقیر بقدر استطاعت خود کوشش مے نماید۔

آخر ان عبارتوں کو نظر انداز کیوں کیا جا رہا ہے؟ اگر مولانا محمد جعفر نے ضروری سمجھا کہ عبارتوں میں رد و بدل کر لیا جائے تو جن لوگوں کے سامنے اصل عبارتیں موجود ہیں۔ وہ کیوں حقیقت سے اعراض کریں یا نیاز بندی کا درجہ کوئی بھی فرض کر لیا جائے لیکن کسی نیازمند کو یہ حق کیوں کر دیا جا سکتا ہے کہ وہ مرجع نیاز کے موقف کو جس طرح چاہے، بگاڑ دے؟ یہ تخریب بدنیتی سے کی جائے یا نیک نیتی سے بہر حال "تخریب" ہی سمجھا جائے گا اور تخریب ہی سمجھنا چاہیئے۔ نیازمندی کا سہارا لے کر اسے "تعمیر" نہیں بنایا جا سکتا۔

ایک سوال یہ ہے کہ سید شہید کا مقام اگر سید صاحب کی عبارتوں سے آشکارا ہوتا ہے کہ ان کے جہاد کا اصل مقصود ہندوستان کی تطہیر تھا اور وہ اس ملک کو انگریزوں کے قبضے سے نجات دلانا چاہتے تھے تو اس سے آپ پر پریشانی کیوں طاری ہوتی ہے؟ اگر انگریزوں کے خلاف جہاد گناہ تھا تو اس گناہ کے ذمہ دار سید احمد شہید اور ان کے رفقاء تھے۔ آپ کے دامن پر تو اس امتحان گاہ کے خون سے ایک چھینٹا بھی نہیں پڑا۔ کیا اس پاک نفس مجاہد کو ان مختلف گروہوں کے لئے پناہ گاہ بنانا مقصود ہے۔ جن کی عمریں انگریزوں کی مدح سرائی میں بسر ہوئیں؟ اس سید شہید سے یہ کام لینا مقصود ہے جس نے ایک نہایت عظیم الشان نصب العین کے لئے زندگی وقف کی؟ صدیوں کے وطن کو اس وقت کے لئے چھوڑ دیا، جب تک ملک کی تطہیر مکمل نہ ہو جائے۔ ہجرت کے بعد وہ عالی منزلت مجاہد خود کہیں رہا۔ اہل و عیال کہیں رہے۔ جنوری ۱۸۲۶ء کے بعد پھر اہل و عیال اور اقرباء سے ملاقات اس دنیا میں مقدر نہ تھی۔ اسے بھی صابرانہ برداشت کر لیا۔ تنظیم و اجراء جہاد میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھا۔ اس دنیا میں تکلیفوں اور اذیتوں کے جتنے دردناک نقشے زور تخیل سے تیار کئے جا سکتے

ہیں۔ وہ سب سید شہید اور ان کے رفقائے جلیل القدر پر پے در پے عملاً گزرتے رہے مگر عزم یا قدم میں خفیف سی لرزش بھی پیدا نہ کر سکے آخر اسی مقصد کے عشق میں جانیں دیں۔ اور وہ مختصر سی جمعیت ایسی تھی کہ کم از کم اس ملک کی اسلامی تاریخ تو اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ کیا اس مجاہد کے متعلق بے تکلفی سے ایسی الٹی سیدھی باتیں کہتے وقت دل و جگر پر اتنا لرزہ بھی طاری نہیں ہوتا۔ جتنا ہوا کا ایک معمولی سا جھونکا پھول کی پھنکڑیوں پر طاری کر دیتا ہے؟ اگر دوسرے لوگ اپنے عمل کی ٹوکریوں میں خس و خاشاک بھرتے رہے تو اب ان ٹوکریوں کو چھپانے کی غرض سے سید شہید کا دامن کیوں پھاڑا جا رہا ہے؟

پھر ایک دو نہیں ہزاروں افراد پنہائے ہند میں موجود تھے، جو سید صاحبؒ کی یعنی تطہیر ملک کی کامیابی کے منتظر تھے۔ مولانا جعفر سے کہیں بڑھ کر سید صاحب کے نیاز مند تھے اور انہوں نے سید شہید کے عزائم خود ان کی زبان سے سنے تھے۔ کیا ان کے بیانات صرف اس لئے رد کر دیئے جائیں کہ سید صاحب کی شہادت کے ساٹھ پینسٹھ برس بعد مولانا محمد جعفر نے موقف میں تحریف مناسب سمجھی؟ یہ کام بلا وجہ اپنے ذمہ لے لیا۔ اس کی بجا آوری میں سید صاحب کی واضح اور روشن عبارتیں بدلیں۔ اب بعض افراد ان تحریفات ہی کو حق سمجھتے ہیں، باقی ہر شے کو بلا دلیل "ہذیان" بتاتے ہیں۔ میں سید شہید کے ان اولین عقیدتمندوں کی شہادتیں اپنی کتاب "سید احمد شہید" میں تفصیل سے پیش کر چکا ہوں۔ تحقیق کے آرزومندوں کے لئے محض یہ حوالہ کافی ہے۔ اگر مقصود تحقیق نہ ہو تو دستاویزوں کے دفتر پیش کر دینا بھی بے سود و بے نتیجہ ہوگا۔

مولانا محمد جعفر کا معاملہ:

باقی باتیں چھوڑ دیجئے۔ صرف یہی سوچئے کہ آخر مولانا محمد جعفر مرحوم نے تکلیفیں کیوں اٹھائیں؟ ان کی جائداد ضبط کیوں ہوئی؟ ان کے خلاف مقدمہ کیوں چلا؟ وہ کالے پانی میں اٹھارہ سال بسر کرنے پر کیوں مجبور ہو گئے کیا یہ سب کچھ سکھوں نے کیا تھا؟ قطعاً نہیں انہیں انگریزوں نے کیا تھا، جن کے خلاف جہاد سے سید صاحب کو بری الذمہ قرار دیا جا رہا ہے؟ کیا مولانا محمد جعفر یہ کہہ کر سارا معاملہ ختم نہیں کر سکتے تھے کہ سید صاحبؒ کا جہاد تو صرف سکھوں کے خلاف تھا اور انگریزوں کے خلاف جہاد کے وہ قائل ہی نہ تھے؟

کیا مولانا محمد جعفر ان مجاہدین کی امداد کے سلسلے سے وابستہ نہ تھے، جو سرحد میں انگریزوں کے خلاف جہاد کر رہے تھے، اور انہوں نے ۱۸۶۳ء کی جنگ امبیلہ میں مولانا عبداللہ مرحوم کے زیر سرکردگی انگریزوں پر زبردست ضرب لگائی تھی؟ کیا اس وقت مولانا محمد جعفر پر یہ حقیقت واضح نہ تھی کہ مجاہدین سید صاحبؒ کے مسلک سے ہٹ گئے ہیں اور ان کی اعانت جائز نہیں؟ اس وقت سکھوں کی حکومت کے خاتمے پر بھی کم از کم چودہ سال گذر چکے تھے۔

اکابر صادق پور:

ایک قدم اور آگے بڑھیے۔ مولانا محمد جعفر تو اس طویل سلسلہ اعانت کی صرف ایک کڑی تھے۔ سلسلے کا مرکز صادق پور (پٹنہ) تھا۔ جنگ امبیلہ کے بعد ہندوستان میں انگریزوں نے برسوں تک دار و گیر کا جو قیامت نما ہنگامہ گرم رکھا اس کی لپیٹ میں صادق پور کے وہ بزرگ بھی آئے، جو وقت اعداء میں محسوب ہوتے تھے یعنی مولانا احمد اللہؒ، مولانا یحییٰ علیؒ اور مولانا عبدالرحیمؒ ان کے کارندے اور رفیق بھی مبتلائے مصائب ہو گئے۔ وہ سب مولانا امیر عبداللہؒ کے خویش تھے۔ کیا وہ اصحاب بیعت کی حیثیت میں تمام حقائق سے بدرجہا زیادہ آگاہ ہونے کے باعث نہیں کہہ سکتے تھے کہ سید صاحبؒ یا مولانا ولایت علی یا مولانا عنایت علیؒ کے نزدیک انگریزوں کے خلاف جہاد جائز ہی نہ تھا؟ لیکن کسی کی زبان پر ایسا ایک لفظ بھی نہ آیا۔ سب نے جائدادوں کی ضبطی، گھر بار کی تباہی اور کالے پانی میں عمر قید قبول کر لی۔ مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ علی نے انڈیمان میں ہی وفات پائی۔ واضح رہے کہ یہ دونوں سگے بھائی تھے لیکن ظالم و منتقم انگریز حاکموں نے ان کی قبریں یکجا نہ بننے دیں۔ کیا یہ تمام آفتیں صرف غلط فہمی میں گوارا سمجھ لی گئیں؟ مولانا محمد جعفر بڑے خوش فہم تھے کہ سب کچھ اپنی آنکھوں دیکھ چکنے اور مظلومیت کے اس خونیں دریا میں غوطے کھا چکنے کے بعد سید صاحبؒ کی عبارتیں بدل بدل کر انگریزوں کے لئے تسلی کی دستاویزیں تیار کرنے میں مصروف ہوئے۔

پھر کئی مقدمے چلے۔ لاکھوں کی جائدادیں تباہ ہوئیں۔ قید و بند کی مشقتیں اٹھائی گئیں اور مولانا محمد جعفر کو یہ سب کچھ دیکھ چکنے کے بعد یاد آیا کہ سید صاحب تو انگریزوں کے خلاف جہاد کو جائز

ہی نہیں سمجھتے تھے اور شاہ اسماعیل شہید نے فرما ہی دیا تھا کہ سرکار انگریزی سے تو ہمیں کوئی پرخاش نہیں یعنی مولانا محمد جعفر کے الفاظ میں :

نہ با سرکاری انگریزی مخاصمت داریم
نہ بہیچ راہ منازعت کہ از رعایاے او
ہستیم و بجماتیش از مظالم برآیا

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

باقی رہے جناب وحید احمد صاحب مسعود۔ اگر وہ ان حقائق کو "ہذیان" سمجھیں تو کیا کیا جاسکتا ہے ؟ سچائیاں ان کی خدمت میں عاجزانہ انداز ہی میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اُن کی زبان مبارک یا قلم جواہر رقم پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔

حق برزبان مومن :

آخر میں اتنا اور عرض کردینا چاہتا ہوں کہ سید صاحب کے. ایک عقیدت مند مومن خان مومن بھی تھے جو اردو کے مشہور شاعر گزرے ہیں اور فارسی میں بھی ان کا ایک دیوان موجود ہے۔ وہ سید صاحب کے موقف سے بدرجہا بہتر آگاہ تھے۔ چنانچہ ایک نعتیہ فارسی قصیدے میں فرماتے ہیں ؂

این عیسویاں برلب رسانند — جان من و جان آفرینش
گلزار کہ پایمال گردیم — زاں سیم سیران آفرینش
تا چند بخواب ناز باشی؟ — فارغ ز فغان آفرینش
مومن شدہ ہم زبان عرفی — از بہرا مآن آفرینش
برخیز کہ شور کفر برخاست — اے فتنہ نشانِ آفرینش